بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

○ افغانستان اور بھارت کے متعلق تبدیل پذیر خارجہ پالیسی ملک و ملت کیلئے مہلک ہے

○ افغان جہاد ـــ بھارت کی بالادستی

شمالی علاقہ جات

۲۳ مئی ۱۹۸۹ء کو سینٹ میں خارجہ امور پر بحث کے دوران مولانا سمیع الحق مدظلہ نے مختصر خطاب میں اہم مسائل پر روشنی ڈالی جو سینٹ کے ضبط کردہ شکل میں پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

مولانا سمیع الحق | بسم اللہ الرحمن الرحیم ــــ ایک بہت اہم مسئلے پر ایوان میں اظہار خیال ہو رہا ہے، اور ہم آپس میں تو یہ سب کچھ کہتے رہتے ہیں، اصل مقصد یہی تھا کہ حکومت کی ہائی کمان تک ہماری باتیں اور گذارشات پہنچ جائیں، اور چاہیئے یہ تھا کہ وزیر اعظم صاحبہ جو اس وقت بعض پالیسیوں میں تبدیلی رونما ہونے والی ہے یا ہو رہی ہے خود وزیر اعظم صاحبہ اس ایوان میں موجود رہتیں اور خارجہ پالیسی کے بارے میں ایوان کے ارکان کے خیالات سنتیں مگر بدقسمتی سے معلوم نہیں ہے کیوں اس ایوان سے ان کو الرجی ہے کہ وہ سوائے چار منٹ کے اب تک ان چھ سات مہینوں میں اس ایوان میں تشریف نہیں لاسکیں۔ تو یہ براہ راست ان کے سننے کی باتیں تھیں۔ دوسرے مرحلے پر آپ نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ دن طے کیا تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ اس پر گفتگو رہی تھی کہ وزیر خارجہ صاحب کب دستیاب ہوں گے۔ تو جناب وزیر خارجہ تشریف بھی لے آئے لیکن وہ ایوان میں ہمارے خیالات سننے کے لیے موجود نہیں ہیں نہ ان کے جو نمائندہ ہیں جو آپ فرماتے ہیں کہ وہ نوٹ لکھیں گے، وہ بھی کچھ دیر ایسے خاموش گپ شپ لگا رہے تھے پھر چلے گئے۔

جناب چیئرمین | نہیں نہیں نمائندے موجود ہیں۔

مولانا سمیع الحق | تو یہ ایک عجیب صورتحال ہے، میں سمجھتا ہوں کہ صاحبزادہ یعقوب صاحب کو جان بوجھ کر بالکل لاتعلق رکھا جا رہا ہے، اور وہ ایوان میں بھی آج اس لیے نہیں ہیں کہ وہ ہمارے خیالات نہ سن سکیں اور ہم، یہ

محسوس ہو رہا تھا۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب نوٹس لے رہے ہیں اور ان کو پہنچا دیں گے۔

مولانا سمیع الحق: بہر حال ہم پہلے بھی محسوس کرتے تھے کہ جناب وزیر خارجہ صاحب کو خارجہ پالیسی سے بالکل الگ تھلگ رکھا جا رہا ہے اور اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ آج اس بحث کو سننے کے لیے بھی ان کو وقت نہیں مل سکا ہے۔ وہ کابینہ کی میٹنگ میں بڑا اہم مسئلہ ہوگا مگر میرے خیال میں قوم کی سالمیت اور ملکی دفاع کے تقاضے ملک کو درپیش ہیں، تو یہاں ان کو بہر حال موجود رہنا چاہیے تھا۔

مسئلہ افغانستان اور جنیوا معاہدہ کے نتائج: اس وقت اہم ترین مسئلہ جو فوری طور پر توجہ طلب ہے وہ افغانستان کا ہے، اس پر میں چند منٹ گذارش کروں گا۔

جناب والا ہم نے بڑے اخلاص سے بڑی دلسوزی سے جنیوا معاہدہ کے وقت یہ سارے خدشات ظاہر کیے تھے اور ہم نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اور بند اجلاس میں بھی جنیوا معاہدہ کی شدید مخالفت کی تھی۔ ہم نے کہا تھا کہ بلا وجہ آپ اپنے آپ کو ایک فریق اور جارح بنا رہے ہیں جبکہ پاکستان اس مسئلے میں فریق نہیں تھا۔ یہ روس اور مجاہدین کا مسئلہ تھا یا نجیب اللہ اور مجاہدین کا مسئلہ تھا، لیکن پاکستان نے اپنے آپ کو فریق بنا لیا اور روس کو جج تسلیم کر لیا، جارح کو منصف کا مقام دے دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ اس جنیوا معاہدے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا اور مہاجرین واپس نہیں جائیں گے اور جنگ کا سلسلہ بدستور جاری رہے گا، وہ ساری صورتِ حال ہو بہو ہمارے سامنے آگئی، روس نے بظاہر بوریا بستر لپیٹ لیا اُس نے دنیا میں نیک نامی تو حاصل کر لی لیکن وہ اپنی پوری قوت اور تشدد اور اسلحہ کے ساتھ اب بھی افغانستان میں موجود ہے اور اس ساری لڑائی اور جنگ و جدال کی ذمہ داری وہ پاکستان کے سر پر تھونڈ رہا ہے اور دنیا بھر میں ایک واویلا مچا ہوا ہے کہ پاکستان جارحیت کر رہا ہے ـــــ تو ہم نے جو خدشات ظاہر کیے تھے وہ من و عن ثابت ہو رہے ہیں۔ ہم ۵ لاکھ یا ۳۰ لاکھ مہاجرین کو ان حالات میں یہاں سے اٹھا کر افغانستان میں پھینک تو نہیں سکتے نہ ہم مجاہدین سے اپنی مرضی منوا سکتے ہیں کہ وہ جیتی ہوئی جنگ ہار دیں اور اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں اور جہاد ختم کر دیں اس صورتحال میں معاہدۂ جنیوا کی وجہ سے ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

مجاہدین سے غداری کی پالیسی: دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے موجودہ صورتحال میں جو فتح حاصل کی تھی اُس فتح کو شکست میں تبدیل کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں، یہ صرف اس ملک کے ساتھ نہیں بلکہ تاریخ کی دی گئی عظیم ترین قربانیوں کے ساتھ غداری ہوگی کہ ہم نے پہلے تو مجاہدین کی نصرت کی، انصار کے جذبے کا مظاہرہ کیا اور پاکستان نے تاریخ میں ایک بے مثال کردار ادا کیا آزادی کے لیے جنگ لڑنے والی ایک مظلوم قوم کے لیے۔ لیکن عین وقت پر جب وہ منزلِ مقصود پر پہنچنے کے قریب ہو گئے ہم نے اُن کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنے کی پالیسی اختیار کر لی ہے۔ اب جو صورتحال سامنے آرہی

ہے اور ہماری تبدیل شدہ پالیسی کو بھارت بھی تحسین کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور امریکہ بھی اس کی تعریف کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ بے وجہ نہیں ہے۔ کل "ٹائمز آف انڈیا" نے تفصیل سے ایک اداریہ لکھا ہے جو جنگ اخبار نے بھی نقل کیا ہے، اُس نے لکھا ہے کہ "اب افغانستان کے سلسلے میں موجودہ حکومت کی پالیسیاں بہت بہتر ہوتی جارہی ہیں اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ پاکستان کی پالیسی حقیقت پسندی کی طرف جارہی ہے۔" اور امریکی سفیر نے بھی یہی الفاظ کہے ہیں کہ "بے نظیر کی پالیسیاں افغانستان کے سلسلے میں بہتر ہوتی جارہی ہیں"۔ ان سب باتوں کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری مرحلے پر روس، امریکہ اور بھارت تینوں اس پر متفق ہیں کہ افغانستان میں جیتی ہوئی جنگ سے اسلامی قوتوں کو کہیں فائدہ نہ پہنچے، وہاں مجاہدین کی حکومت قائم نہ ہو، امریکہ کی دلچسپی صرف روس کے واپس جانے اور پسپا کرنے سے تھی اور بظاہر روس چلا گیا اور اب امریکہ نہیں چاہتا کہ وہاں مجاہدین کی حکومت یا ایسی حکومت جو مستحکم حکومت اسلام کی بنیادوں پر قائم ہوگی، علی الاعلان پر شواہد اور ثبوت موجود ہیں کہ امریکہ اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے، روس کے ساتھ اس معاملہ میں وہ مفاہمت کر چکا ہے، ٹھیک آپ (روس) چلے جائیں لیکن ان (مجاہدین) کے قدم ہم نہیں جمنے دیں گے —— اور جب مجاہدین کی اسلامی حکومت قائم ہوگی تو وہ پاکستان کی مغربی سرحد کے لیے ایک آہنی اور فولادی حصار ثابت ہوگی اور پاکستان کو ان مجاہدین اور اُن کی حکومت کی وجہ سے مغربی سمت سے کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکے گا۔ تو راجیو گاندھی اس چیز کو سمجھ چکا ہے، اب وہ ہر حالت میں چاہتا ہے کہ یہ آہنی اور فولادی حصار مغرب میں پاکستان کو مہیا نہ ہو۔

وسیع تر حکومت کی سازش کیوں؟

اور جو روس کے گماشتے ہیں اور سامراجی ہیں اُن کو کسی نہ کسی طرح حکومت میں شریک کرایا جائے، اور وسیع تر حکومت کی بات کل بھی وزیر خارجہ صاحب نے فرمائی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ افغانستان کا اندرونی ہے ہم کون ہوتے ہیں کہ یہاں سے ان کے بارے میں فیصلے کریں کہ ان کو وسیع تر حکومت بنانی چاہیئے۔ افغانستان روس نے چھین لیا تھا اور سامراج نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور اپنے ایجنٹوں کو اس نے ٹینکوں پر بٹھا کر افغانستان میں بھیجا مگر مجاہدین ڈٹ گئے اور ایمان کی قوت سے انہوں نے افغانستان کو چھڑایا اور روس کو ذلیل کر کے پسپا کیا —— اب جن لوگوں نے روس کی خاطر ۱۶ لاکھ افراد کو قتل کیا، ۵ لاکھ افراد کو ملک سے باہر پھینکا اور سارے ملک کو تہس نہس کر کے رکھ دیا، اب ان قاتلوں کے بارے میں ہمیں فکر ہے کہ ان کو بھی جہاد کے مالِ غنیمت میں حصہ ملے۔ قاتل کو ہم حصہ دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ جبکہ وسیع تر حکومت کا مقصد یہی ہے کہ کسی طرح روس کے ایجنٹوں کو بھی اس میں یا جو روس کے زمانے میں جہاد سے بھاگ گئے یا جو بھگوڑے تھے اور باہر یورپ وغیرہ بھاگ چکے تھے، اُن کو بھی لا کر مجاہدین کے ساتھ بٹھایا جائے۔ وہ قاتل بھی مقتولوں کے ساتھ اور ۱۶ لاکھ افراد کو قتل کرنے والے بھی مظلوموں کے ساتھ اس میں شریک ہو جائیں —— تو یہ ہم کون ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں یہ فیصلہ ہم مجاہدین کا کیوں نہیں مانتے؟

عبوری حکومت تسلیم کرنے میں پس و پیش

ہم پہلے مختلف رکاوٹیں ڈال رہے تھے، پھر دنیا میں یہ مسئلہ اٹھایا کہ افغان مجاہدین کسی عبوری حکومت پر متفق نہیں ہیں، وہ عبوری حکومت بنا ہی نہیں سکتے۔ مگر انہوں نے تمام سازشوں کو ناکام بنا کر کن کن مشکلات سے گذر کر (مجھے اس کا اندرونی پتہ ہے) کہ وہ ایک کمرے میں بیٹھ کر سارے اختلافات کو بالائے طاق رکھ رکھ کر ایک ڈھانچہ تشکیل دینے پر متفق ہو گئے، انہوں نے دنیا کا سارا پروپیگنڈہ ختم کرا دیا کہ ہم متفق نہیں ہو سکتے، انہوں نے عبوری حکومت قائم بھی کر لی۔ اب ہم مسائل پیدا کر رہے ہیں کہ دنیا اس کو تسلیم کرے گی نہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ دنیا تسلیم کرتی یا نہ کرتی، جس جذبے سے ہم نے آٹھ سال ان کے ساتھ تعاون کیا، ان کو پناہ دی اور اس جنگ کو، آزادی کی جنگ کو پاکستان کو سرخرو کر دیا، ساری اقوامِ عالم سے ہم نے تائید حاصل کی، پہلے ہی دن ہم اسے تسلیم کر لیتے دنیا ہمارا انتظار کر رہی تھی کہ یہ تسلیم کریں گے، جب گھر کا معاملہ ان کا ہے جب یہ تسلیم نہیں کرتے تو ہمیں کیا پڑی ہے۔

اور یہ پالیسی اگر تبدیل نہ ہو چکی ہوتی اور ضیاء الحق مرحوم اگر زندہ ہوتے تو میرے خیال میں پہلے ہی دن یہاں سے آواز آتی۔

مجھے پریشانی تھی وہاں علماء آئے ہوئے تھے، سعودی عرب کے بہت ممتاز علماء وہ ہمارے ہاں بیٹھے ہوئے تھے، بڑے اونچے طبقے کے وہ لوگ ہیں، اور اتفاقاً ان کو ٹیلیفون آیا، سعودی عرب سے تین بجے اعلان ہو گیا کہ سعودی حکومت نے افغان عبوری حکومت کو تسلیم کر لیا ہے، تو خوش ہونے کی بجائے انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہا، میں نے پوچھا یہ کیوں؟ انہوں نے کہا ہم یہ اعزاز پاکستان کا دیکھنا چاہتے تھے ہمیں دکھ ہے کہ پاکستان پہلے نمبر پر نہ آیا۔ ہمارے ملک نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ یہ مسئلہ پاکستان کا ہے۔ پھر دوسرے دن بحرین نے بھی تسلیم کر لیا، سوڈان اور ملائشیا نے بھی تسلیم کر لیا، اسلامک تنظیم نے بھی ان کو سیٹ دے دی، لیکن ہم ہیں کہ اب جلال آباد کو اچھالنے لگے ہیں۔

۸۵ فیصد علاقے پر ان کا قبضہ ہے، عملاً مکمل قبضہ ہے سوائے چند شہروں کے، جبکہ چھ چھ سات سات مہینے ان کا پہلے بھی محاصرے رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے، خوست کے محاذ پر کئی کئی مہینے ڈٹے رہنے بالآخر کامیابی ان کو حاصل ہوئی کچھ ایسے عوامل آئے ہیں کہ روس جلال آباد کے مسئلے کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے اور اس کے سیاسی مقاصد ہیں۔ کہ لوگ کہتے تھے کہ میں (روس) وہاں تھا اب تو میں نہیں ہوں، یہ ساری مصیبت ان کی اپنی ہے، وہ سیاسی سٹنٹ بنا کر اس مسئلے کو پیش کر رہا ہے وہ ایک معمول کی لڑائی ہے اور پورے افغانستان کے محاذوں پر جنگ جاری ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب یہ فتح ہو گا تب تسلیم کریں گے، پھر کہیں گے کہ کابل فتح ہو گا تب تسلیم کریں گے۔ حالانکہ یاسر عرفات تو مراکش میں بیٹھا ہوا ہے یہ اچھی بات ہے کہ ہم نے اس کی ہوائی حکومت تسلیم کر لی۔ ہم فلسطین سے ہزاروں میل دور اس کی حکومت کو تسلیم کر سکتے ہیں (جبکہ فلسطین کی ایک انچ زمین پر ان کا قبضہ نہیں ہے ان کی حکومت نہیں ہے، لیکن افغان عبوری حکومت کے لیے ہم کہتے ہیں کہ وہ پورا قبضہ حاصل کریں گے تب تسلیم کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ پھر آپ کے تسلیم کرنے کی کیا ضرورت ہو گی۔ اب بھی مجاہدین کہتے ہیں، اس کے صدر نے مجھے کہا

جب اللہ تعالیٰ ہمیں تسلیم کر چکا ہے تو ہمیں کسی کے تسلیم نہ کرنے کی کیا پرواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ روس کو ذلیل کرا کے ان کو تسلیم کر چکا ہے۔

تو میری گذارش یہ ہے کہ کل وزیر خارجہ صاحب نے یہ کہا کہ وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ وقت حالات بگاڑ بھی سکتا ہے۔ یہ جتنی قربانیاں ہم نے دی ہیں یہ ضائع بھی کی جا سکتی ہیں، پھر ہم کفِ افسوس ملتے رہیں گے پھر انہوں نے یہ اشارہ بھی کیا کہ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات مستحکم ہوتے جائیں گے۔ تو کیا ہم نے نجیب اللہ گورنمنٹ کو تسلیم کر لیا ہے؟

تو ایک تو اس حکومت کو فوری تسلیم کرنا چاہیئے۔ اگر تسلیم نہ کیا گیا تو اس میں نقصان یہ ہوگا کہ ہمیں بہت بڑی ہمدردیاں افغان قوم اور مجاہدین کی حاصل ہوئی ہیں، ایک لازوال رشتہ میں ایک دوسرے سے وابستہ ہو چکے ہیں، اتنی عظیم قربانیوں سے یہ محبت اور یہ تعلق جو ہے وہ موجودہ پالیسیوں کی وجہ سے کہیں نفرت میں تبدیل نہ ہو جائے، جو قوت ہمیں حاصل ہو چکی ہے وہ ہم گنوا نہ بیٹھیں۔

غیر منصفانہ پالیسی | اور اسی پالیسی کا عجیب مظاہرہ ہے: ہم نے پاک افغان سرحد پر تو امن چوکیاں قائم کر لیں، یہ کتنا ظالمانہ اور یکطرفہ فیصلہ ہے۔ ہم نے پاکستان کی افغانستان سے جہاں سرحدات ملتی ہیں وہاں اقوام متحدہ کی امن چوکیاں قائم کر لی ہیں جبکہ ہم اور وہ دو دوست تھے۔ لیکن روس کے ساتھ جو سرحدات ملی ہوئی ہیں وہاں کوئی امن چوکی قائم نہیں ہے، وہاں سے تو دھڑا دھڑ اسلحہ کے کنوائے آرہے ہیں۔ دریائے آمو کے ساتھ ایک بندرگاہ ہے کہتے ہیں کہ دن رات اس پر اسلحہ کے کنوائے آرہے ہیں اور کابل ائیر پورٹ پر روزانہ اسلحے کے بھرے ہوئے جہاز اتر رہے ہیں لیکن وہ سرحد بالکل کھلی ہوئی چھوڑ دی گئی ہے۔ جو دو دشمنوں کے درمیان سرحد ہے وہاں تو امن کی ضرورت نہیں ہے اور دو دوستوں کے درمیان امن چوکیاں قائم کرنا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم نے مجاہدین کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا ہے کہ وہ تو آ جا بھی نہیں سکیں گے اور وہ کوئی اسلحہ وغیرہ بھی نہیں لے جا سکیں گے، تو پھر واضح اعلان کر دیجئے، مجاہدین کو اٹھا کر ان کے ملک میں پھینک دیجئے، میرے خیال میں اتنی زمین ان کی وہاں بھی ہے۔

تو یہ صورتحال میں جو بالکل تبدیلی رونما ہونے والی ہے اس کا نوٹس لینا چاہیئے اور یہ پالیسی تبدیل نہیں ہونی چاہیئے۔

بھارت کی بالادستی | جناب والا! میری دوسری گذارش یہ تھی کہ یہاں ہمیں عالمی طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ بھارت کی بالادستی کے منصوبے جو ہیں وہ پورے کیے جا رہے ہیں۔ موجودہ تبدیلی کو بھی ہم اس منصوبہ کا حصہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو بھارت کا مکمل زیر دست بنایا جائے۔ ابھی ہمیں کل صاحبزادہ صاحب نے مژدہ سنایا تھا کہ راجیو گاندھی اور بے نظیر کے درمیان سارک کے موقع پر مفید مشورے ہوئے تھے، لیکن یہ مفید مشورے قوم کے بار بار مطالبہ کے باوجود نہ ایوان کے سامنے رکھے